مردِ خدا کا یقین

از

سید ابو الحسن علی، ندوی

ناشر

مکتبہ اسلام گوئن روڈ لکھنؤ

قیمت ۳ر جنوری سنہ ۱۹۴۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مرد خدا کا یقین

کون نہیں جانتا کہ یقین دنیا کی بہت بڑی طاقت ہے، ایک شخص کے یقین نے بعض اوقات ہزاروں لاکھوں انسانوں کے شک و تذبذب پر فتح پائی ہے جب کبھی کوئی مرد خدا کسی بات پر پہاڑ کی طرح جم گیا ہے اور اس نے حالات کے سامنے سپر ڈالنے سے انکار کر دیا ہے اور اپنے یقین کا رشتہ مضبوط ہاتھوں سے تھام لیا ہے تو زمانہ کے بہتے ہوئے دھارے کا منہ پھر گیا ہے، بڑے بڑے دوربینوں اور مبصروں کے اندازے غلط نکل گئے ہیں اور ان کی پیشین گوئیاں جھوٹی ثابت ہوئی ہیں اور اس شخص کا یقین آفتاب کی طرح شکوک و اوہام کے بادلوں خطرات اور اندیشوں کے کہر میں سے نمودار ہوا ہے۔

تاریخ میں اس یقین اور اس کی فتحیابی کی عجیب عجیب مثالیں ملتی ہیں آسمانی صحیفوں اور انبیاء علیہم السلام کی سیرتوں نے بھی اس کے

بہت سے عجائبات پیش کیے ہیں جن کو پڑھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے
اور وہ یقین وایمان کا ایک معجزہ معلوم ہوتا ہے خیال فرمائیے حضرت
موسیٰ بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر جا رہے ہیں بحر احمر کی خاکنارے کو عبور
کرکے جزیرہ نمائے سینا پہونچنا چاہتے ہیں مگر اللہ کو کچھ اور منظور ہے وہ
راہ غلط کرتے ہیں اور حق یہ ہے کہ یہی وہ سیدھا راستہ تھا جو اللہ کو منظور تھا
صبح کا تڑکا ہوتا ہے تو کیا دیکھتے ہیں کہ بجائے شمال میں جانے کے وہ مشرق
کی طرف چلتے رہے ہیں اور اب بحر احمر (قلزم) کے کنارے کھڑے ہیں،
اور سمندر اپنی پوری طغیانیوں کے ساتھ بہ رہا ہے، دفعۃً کان میں آواز آتی
ہے وہ آگئے! حضرت موسیٰ مڑ کر دیکھتے ہیں تو فرعون اپنے لشکر کے ساتھ
سر پر آیا چاہتا ہے، بنی اسرائیل چیختے ہیں کہ موسیٰ ہم نے تمہارا کیا قصور کیا
تھا کہ تم نے چوہوں کی طرح ہمارے مارنے کا انتظام کیا، کیا ہمارے
ہلاک ہونے میں کوئی کسر باقی ہے (انالمدرکون) ہم تو پکڑے گئے، تصور
کیجیے وہ کون سا پہاڑ ہے جو اس موقع پر ڈگمگا نہ جائے کونسی طاقت ہے جو
ایسی کھلی ہوئی حقیقت کے سامنے ہار نہ مان لے؛ لیکن پیغمبر کا یقین کھلے
ہوئے مشاہدات اور عریاں حقائق پر بھی غالب آتا ہے اُن کے نزدیک
آنکھیں دھوکا دے سکتی ہیں کان غلط سن سکتے ہیں حواس خطا کر سکتے
ہیں مگر اللہ کی بات غلط نہیں ہو سکتی اور اس کا وعدہ جھوٹا نہیں ہو سکتا

حضرت موسیٰؑ نے پورے اطمینان اور یقین کے ساتھ جواب دیا کَلَّا اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ یعنی ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا میرا رب میرے ساتھ ہے وہ مجھے ضرور راستہ پر لگائے گا اور منزل پر پہونچائے گا، اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ سب جانتے ہیں۔

دوسری مثال لیجئے، مکہ معظمہ میں مسلمان قریش کے ظلم وستم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں، ہر مسلمان کی جان خطرہ میں ہے، صبح ہوتی ہے تو شام کا بھروسہ نہیں اور شام ہوتی ہے تو صبح کا یقین نہیں، اسلام کا بظاہر دنیا میں کوئی مستقبل نہیں معلوم ہوتا، جو دن گزر رہا ہے غنیمت معلوم ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں ایک مظلوم غریب مسلمان خبابؓ بن الارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں، آپ بیت اللہ کے سایہ میں بیٹھے ہیں، خبابؓ عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ پانی سر سے اونچا ہو گیا، اب تو آپ اللہ سے ہمارے لئے دعا کیجئے، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جوش آجاتا ہے سنبھل کر بیٹھ جاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بس خبابؓ گھبرا گئے، پہلی امتوں میں تو یہ ہوا ہے کہ مومن کو گڑھا کھود کر گاڑ دیا گیا ہے اور سر پر آرہ رکھ کر چلا یا گیا ہے یہاں تک کہ اس کے بدن کے دو ٹکڑے ہو کر گر گئے ہیں، اور لوہے کی کنگھیوں سے اس کے گوشت کو ہڈیوں سے جدا کیا گیا ہے

پھر بھی وہ اپنے دین سے نہیں پھرتا تھا، خدا کی قسم اللہ اپنے دین کو مکمل کرکے رہے گا یہاں تک کہ (اس دین کی عمومیت اور اس کے غلبہ کا) یہ حال ہوگا کہ سوار صنعاء سے حضرموت تک (سیکڑوں میل کی مسافت) چلا جائے گا اور اس کو اللہ کے سوا کسی کا کھٹکا نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ اس کو بھیڑیے سے خطرہ ہو کہ وہ اس کی بکریوں پر حملہ کرے لیکن تم جلدی بہت کرتے ہو۔ (بخاری)

خیال فرمائیے عرب کی اس وقت کی بدامنی وخونریزی، غارت گری اور پھر اسلام کی مغلوبیت اور کمزوری کو دیکھتے ہوئے ایسی بعید از قیاس پیشین گوئی اس شخص کے سوا کون کرسکتا ہے جس کو نبوت کا یقین حاصل ہو!

دوسرا موقع اس سے کچھ کم نہیں، حالت یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ مدینہ جارہے ہیں، کمزوری اور غربت کا یہ حال ہے کہ بلکہ جیسا عزیز وطن چھوڑنا پڑ رہا ہے۔ اور راستہ کا بھی اطمینان نہیں، پیچھے سے قریش کی دوڑ آرہی ہے، آخر یہ واقعہ پیش آگیا، سراقہ بن جعشم تیز رفتار گھوڑے پر پورے ہتھیار لگائے سر پر پہونچ گیا۔ حضرت ابوبکر نے گھبراکر کہا کہ یا رسول اللہ دوڑ آگئی فرمایا گھبراؤ نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے، آپ نے دعا فرمائی

اور گھوڑا گھٹنوں گھٹنوں زمین میں دھنس گیا سراقہ نے کہا کہ یا محمد دعا کیجئے میں اس مصیبت سے چھوٹ جاؤں میرا ذمہ ہو کہ تعاقب کرنے والوں کو واپس کر دوں گا۔ آپ نے دعا فرمائی گھوڑا نکل آیا سراقہ نے پھر تعاقب کا ارادہ کیا پھر وہی واقعہ پیش آیا، پھر اس نے دعا کی درخواست کی، اس مرتبہ نکل کر اس نے اپنے اونٹوں کی پیشکش کی، فرمایا ہمیں تمہارے اونٹوں کی ضرورت نہیں، جب جانے لگا تو کہا سراقہ وہ کیا وقت ہوگا جب تمہارے ہاتھ میں کسریٰ کے کنگن ہوں گے سراقہ غریب کے سمجھ میں نہ آیا کہ کبھی ایسا وقت آ سکتا ہے کہ شہنشاہ ایران کے کنگن ایک غریب اعرابی کے ہاتھ میں ہوں، اس نے بڑی بے ساختگی سے پوچھا کیا کسریٰ ابن ہرمز کے کنگن؟ فرمایا ہاں! فرمائیے ایسی کمزوری اور بے بسی کی حالت میں وہ کون سی نگاہ ہو سکتی ہے جو عرب کے ایک بدو کے ہاتھ میں شہنشاہ ایران کے کنگن دیکھتی ہے اور اس کی زبان اس کی پیشین گوئی کرتی ہے، کیا ظاہری حالات کے لحاظ سے اس کا کوئی امکان پایا جاتا ہے؟ یہی نگاہ نبوت ہے جو مستقبل کے افق پر دھندلے دھندلے ستارے دیکھ لیتی ہے، اور جس کو ظاہری قیاسات اور واقعات کے خلاف پورے یقین کے ساتھ ایک واقعہ کی اطلاع دینے میں کوئی جھجک محسوس نہیں ہوتی!

اب مدینہ آئیے، مدینہ کے گرد خندق کھودی جا رہی ہے، اللہ کا رسول خود کھودنے میں مشغول ہے ایک پتھر ایسا آجاتا ہے جس پر کدالیں اور پھاوڑے کام نہیں کرتے۔ صحابہ حضور سے عرض کرتے ہیں، آپ تشریف لے جاتے ہیں: حالت یہ ہے کہ پیٹ پر دو دو پتھر بندھے ہوئے ہیں، کدال مارتے ہیں تو پتھر دو ٹکڑے ہو جاتا ہے اور اس سے ایک چمک نکلتی ہے ارشاد ہوتا ہے کہ اس روشنی میں میں نے ایران کا سفید محل اور شام کا زرد محل دیکھا۔ تم ان محلوں کو فتح کروگے تصور کیجئے یہ وہ کہہ رہا ہے جس کے گھر میں کھانے کے لئے بھی نہیں ہے ایسے موقع پر کہہ رہا ہے کہ اسلام کا وجود اور مسلمانوں کی ہستی خطرہ میں ہے عرب کے قبائل مدینہ پر چڑھائی کر رہے ہیں اور موت و زندگی کا سوال ہے مگر پیغمبرانہ یقین کی روشنی ایسی ہی اندھیروں میں چمکتی ہے۔

پیغمبروں کے بعد دنیا کی تاریخ میں یقین کی جو سب سے بڑی مثال ملتی ہے وہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی ہے اور اسی یقین استقامت اور اتباع میں ان کی صدیقیت کا راز پنہاں ہے، ان کے واقعات بتلاتے ہیں کہ وہ صدیق اکبر کے لقب کے پورے مستحق ہیں۔ اور اہل بصیرت کا یہ کہنا بالکل حق ہے کہ ابو بکر پیغمبر نہیں تھے مگر کام انھوں نے پیغمبروں کا سا کیا اور انھیں کی سی استقامت اور پختگی دکھائی۔

صورت یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی ہے سارے عرب میں ارتداد کی آگ پھیل گئی ہے، خزاں میں جس طرح پتے جھڑیں اور ٹوٹی تسبیح کے دانے بکھریں اس طرح قبائل اسلام سے نکلتے جارہے تھے، ایک ایک دن میں بیسیوں قبیلوں کے ارتداد کی خبر آتی تھی، یمن، حضرموت، بحرین نجد کے تمام علاقے مرتد ہوگئے، اور نوبت یہاں تک پہونچی کہ قریش اور ثقیف صرف دو قبیلے اسلام پر قائم رہ گئے، یہودیت اور نصرانیت نے جو عرب سے جلا وطن ہوگئی تھیں سر اٹھایا، نفاق نے جو پہلے سوسائٹی کا ایک جرم اور پوشیدہ عیب تھا، نقاب الٹ دی، اور لوگوں نے کھل کر شک و نفاق کی باتیں کرنی شروع کردیں، مسلمانوں کی ہوا سارے عرب سے اکھڑ گئی اور ان کے دشمن شیر ہوگئے، عرب مورخین نے بڑی بلاغت کے ساتھ اس وقت کے مسلمانوں کی بے بسی اور درماندگی کی تصویر کھینچی ہے، وہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی اس وقت وہ کیفیت ہوگئی تھی جیسے بارش کی رات میں بھیڑوں کی ہوجاتی ہے کہ وہ اپنے باڑہ میں دبک جاتی ہیں اور سردی سے ٹھٹرنے لگتی ہیں۔

عین اس حالت میں یقین اور اطاعت و فدویت کی ایک عجیب و غریب مثال سامنے آتی ہے جس کی نظیر پیش کرنے سے دنیا کی تاریخ

اصرہے، حضرت اُسامہؓ کا لشکر جس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے شام بھیجنے کے لیے تیار کیا تھا۔ اور آپ کی وفات کی وجہ سے
س کا سفر ملتوی ہو گیا تھا، تیار ہے۔ اس لشکر میں مہاجرین وانصار کے
ہے بڑے سردار اور میدان جنگ کے آزمودہ کار سپاہی ہیں۔ خود حضرت
مرؓ بھی حضرت اسامہ کی ماتحتی میں ہیں۔ یہ اُس وقت کے مسلمانوں
ی سب سے بڑی فوجی طاقت تھی، عقل ومصلحت شناسی کا فتوے کیا
تھا، اور جس کو سیاست کہتے ہیں اس کا فرمان ناطق کیا تھا؟ یہی کہ
شکر مدینہ میں ٹھہرے، اور حملہ آوروں سے جن کا پیچ وشام خطرہ تھا،
سلمانوں کی جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت کرے اس لیے
اس وقت اسلام کا بقا مدینہ پر منحصر ہے، لوگوں نے حضرت ابوبکر سے
عرض کیا کہ اس وقت اس لشکر کا مدینے سے باہر جانا کسی طرح مناسب نہیں
حملہ آوروں اور دشمنوں کی نگاہیں مدینہ پر ہیں اس لشکر کے کوچ کرتے ہی
دینہ پر حملہ ہو جائے گا، اس مشورے میں مدینہ کے تمام عقلا شریک تھے،
لیکن بارگاہ نبوت کا مجذوب جس کے نزدیک رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم کا منشا پورا کرنا اور آپ کے ارادہ کو عمل میں لانا ہی سب سے
بڑی عقلمندی اور سیاست ہے، صاف جواب دیتا ہے کہ قسم ہے اُس
ذات پاک کی جس کے قبضہ میں ابوبکر کی جان ہے اگر مجھے اس کا بھی

یقین ہو جائے کہ جنگل کے درندے مجھے اُٹھا لے جائیں گے تب
بھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء مبارک پورا کروں گا اور
اسامہ کا لشکر بھیج کر رہوں گا، آپ نے تقریر کی، جہاد کے لئے تیار کیا
اور حکم دے دیا کہ جو لوگ لشکر اسامہ میں داخل ہیں وہ اس کی قیام گاہ
جرف میں پہونچ جائیں، چنانچہ لشکر اپنے مقام پہ پہونچ گیا، حضرت
ابو بکر نے ان چند گنے چنے آدمیوں کو روک لیا جو ہجرت کر کے آئے
تھے، اور اُن کو اپنے قبائل کی حفاظت کے لئے مقرر کر دیا، جب
لشکر کے سب آدمی جمع ہو گئے تو امیر لشکر حضرت اسامہ نے حضرت
عمر کو حضرت ابو بکر کی خدمت میں بھیجا کہ ان کی طرف سے دوبارہ
عرض کریں کہ لشکر کو واپس بُلا لیں، ان کے ساتھ تمام معززین صحابہ
اور سرداران قبائل ہیں، لشکر کے کوچ کے بعد اس کا خطرہ ہے کہ
دشمن خلیفۃ الاسلام اور ازواج مطہرات تک پہ دست درازی کریں
اور مشرکین ان کو مدینہ سے اٹھا لے جائیں، انصار کا پیغام یہ تھا کہ لشکر
پر کسی زیادہ سن رسیدہ اور تجربہ کار آدمی کو امیر بنایا جائے، اسامہ رضؓ
بہت نو عمر ہیں۔ حضرت عمر رضؓ نے اسامہ کا پیغام پہونچایا۔ حضرت
ابو بکر رضؓ نے جواب دیا کہ اگر مجھے کتے اور بھیڑیے اُٹھا لے جائیں تو
بھی میں لشکر ضرور روانہ کروں گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جس بات کا فیصلہ فرما کر گئے ہیں میں اس کو رد نہیں کر سکتا، اگر ساری
بستیوں میں میں تنہا رہ جاؤں گا جب بھی اس فیصلہ پر عمل کروں گا
حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ انصار کا پیغام ہے کہ لشکر پر حضرت اسامہ سے
زیادہ سن رسیدہ آدمی امیر مقرر کیا جائے، یہ سُن کر حضرت ابو بکرؓ
جوش میں کھڑے ہو گئے اور حضرت عمرؓ کی داڑھی پکڑ کر کہا، اللہ
کے بندے! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اسامہ کو مقرر کریں اور تم
مجھے مشورہ دو کہ میں ان کو معزول کر دوں ؟

اس گفتگو کے بعد حضرت ابو بکر لشکر میں آئے اور ان کو رخصت
کرنے کے لئے چلے، آپ پیدل تھے اور حضرت اسامہ سوار، انھوں
نے عرض کیا کہ اے خلیفۂ رسول آپ سوار ہو جائیں ورنہ میں اُترتا ہوں
فرمایا نہ میں سوار ہوں گا، نہ تم اُترو گے، اس میں کیا حرج ہے کہ میں
گھڑی بھر اپنے قدم اللہ کے راستہ میں غبار آلود کر لوں اس لئے
کہ غازی کے ہر قدم پر سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں، سات سو
درجے بلند ہوتے ہیں اور سات سو گناہ معاف ہوتے ہیں جب واپس
ہونے لگے تو حضرت اسامہ سے فرمایا کہ اگر تمھاری رائے ہو تو
عمر کو میری اعانت کے لئے چھوڑ جاؤ، انھوں نے بخوشی اجازت
دی، پھر آپ نے اُن کو وصیت فرمائی کہ دیکھنا خیانت نہ کرنا،

عہد شکنی، مال غنیمت میں چوری سے سخت اجتناب کرنا، کسی بچہ بوڑھے اور عورت کو نہ مارنا، نہ کھجور کے درخت کو اکھاڑنا نہ جلانا نہ کسی پھل دار درخت کو کاٹنا، نہ کسی کی بکری، گائے، اونٹ کو ذبح کرنا، اور دیکھو کچھ ایسے آدمی بھی تم کو ملیں گے جو عبادت گاہوں میں گوشہ نشین ہوں گے ان کو اُن کے حال پر چھوڑ دینا، کچھ ایسے نظر آئیں گے جو چاند صاف کرتے ہیں اور اُس کے گرداگرد چوٹیوں کی طرح بال بڑھاتے ہیں، ذرا تلوار سے اُن کو ہوشیار کر دینا، جاؤ اللہ کے نام پر روانہ ہو، اور جس کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے اس کو عمل میں لاؤ۔

اس کے بعد کیا ہوا؟ اگر اس جگہ تاریخ میں خلا ہوتا، اور عقل و قیاس کے قلم کو اس خلا کے پُر کرنے کی اجازت دی جاتی تو وہ لکھ دیتا کہ یہ ایک بڑی خطرناک سیاسی غلطی تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ مدینہ پر حملہ ہو گیا اور مرکز اسلام دشمنوں کے نرغہ میں آگیا، لیکن اللہ کی قدرت کہ ابوبکرؓ نے تو اپنے عشق اور کمال اتباع میں یہ کام کیا تھا اور اُن کو یقین تھا کہ منشاء نبوت پورا کرنے میں کوئی خطرہ پیش نہیں آسکتا بلکہ خطرات کا علاج ہی یہی ہے اور قدرت الٰہی نے اس کی تصدیق کی، مورخین لکھتے ہیں کہ اس

لشکر کے روانہ ہونے سے سارے عرب پر مسلمانوں کی دھاک
بیٹھ گئی، لوگ کہتے تھے کہ اگر مسلمانوں کے پاس طاقت نہ ہوتی
تو اس لشکر کو حملہ کے لئے کیوں بھیجتے چنانچہ جو لوگ ارادہ بد
رکھتے تھے وہ چوکنے ہو گئے اور مدینہ پر حملہ کرنے کا خیال دل
سے نکال دیا؛ مورخ ابن اثیر کے الفاظ ہیں وکان انفاذ
جیش اسامة اعظم الامور نفعا للمسلمین، اسامہ کے
لشکر کا روانہ ہونا مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ مفید ثابت ہوا۔[1]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عزم راسخ کا ایک نمونہ دنیا
دیکھ چکی تھی لیکن ابھی عشق و یقین، اور عقل مصلحت اندیش کا ایک معرکہ
باقی تھا، وفات نبوی کے متصل ہی عرب میں منع زکوٰۃ کا فتنہ پیدا
ہو گیا، اور وبا کی طرح سارے ملک میں پھیل گیا، عرب کے سارے
قبائل کہنے لگے، کہ ہمیں نماز، روزہ، حج سے انکار نہیں مگر ہم زکوٰۃ
میں ایک جانور بھی نہیں دیں گے، ایک دو قبیلے ہوں تو خیر دو
چار قبائل کو چھوڑ کر سارا ملک یہی کہہ رہا تھا، حضرت ابوبکرؓ
کی نگاہ بصیرت نے دیکھ لیا کہ زکوٰۃ کا انکار ارتداد کا پیش خیمہ اور

---

[1] واقعہ کی پوری تفصیل تاریخ الکامل ابن اثیر میں ہے ملاحظہ ہو جلد دوم
صفحہ ۱۲۷-۱۲۸، مزید تفصیل کے لئے تاریخ طبری اور البدایۃ النہایہ ملاحظہ ہوں ۱۲

دین سے بغاوت کی زنجیر کی وہ کڑی ہے جس کے ساتھ تمام کڑیاں پیوست ہیں کفر و تحریف کا یہ دروازہ اگر کھلا تو قیامت تک بند نہیں ہو سکتا، آج زکوٰۃ کی باری ہے تو کل نماز کی اور پھر روزہ حج کا تو اللہ ہی حافظ ہے۔ مستقبل کا خطرہ اگر نہ بھی ہوتا تو بھی ابوبکرؓ کو یہ گوارا نہ تھا کہ دین کا جو مجموعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چھوڑ کر گئے ہیں اور ابو بکر اس کے متولی مقرر ہوئے ہیں اس میں کوئی نقص واقع ہو، اس موقع پر ان کی زبان سے بے ساختہ جو جملہ نکلا تاریخ نے بے کم و کاست محفوظ کر لیا ہے وہ ان کے دلی جذبات دین سے تعلق اور ان کے مقام صدیقیت کا ترجمان ہے انھوں نے فرمایا اینقص الدین وانا حی" (کیا ابوبکر کی زندگی میں اللہ کے دین میں قطع و برید ہو گی ؟) انھوں نے فیصلہ کر لیا کہ فتنہ کا یہ دروازہ بند کیا جائے گا چاہے مسلمانوں کی لاشوں سے، اب سارا مدینہ ایک طرف تھا اور ابوبکر ایک طرف تھے، صحابہ کرام کہتے تھے کہ صرف ایک رکن کے ترک سے مانعین زکوٰۃ کے ساتھ مشرکین و کفار کی طرح کس طرح قتال جائز ہے، کچھ لوگ کہتے تھے کہ سارا عرب اس فتنہ میں مبتلا ہے کس کس سے جنگ کی جائے گی، اس وقت تو یہی غنیمت ہے، کہ ہم مدینہ میں رہ کر اللہ کی عبادت کرتے رہیں لیکن

ضرت ابوبکرؓ کہتے تھے کہ خدا کی قسم اگر ایک بکری کا بچہ بھی جو یہ
سول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں زکوٰۃ میں دیا کرتے
تھے روک لیں گے تو میں ان سے جہاد کروں گا، آخرکار ابوبکرؓ کا
یقین اور جذبہ تمام شبہات و تردداتِ پر غالب آیا اور سب نے
ن کا ساتھ دیا آپ نے مختلف سمتوں پر گیارہ فوجیں روانہ کیں،
ن تو مستقل مدعی نبوت تھے جن کی سرکوبی کرنی تھی، عرب کے
مام جنگ آزما اور سورما جنھوں نے بعد میں عراق و ایران فتح کیا
ہے ان مدعیان نبوت اور مرتدین کے ساتھ تھے۔ اور عرب کی
پوری جنگی قوت اور شجاعت اسلام کے مقابلہ میں میدان میں آگئی
تھی، بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ اتنی بڑی جنگی طاقت اس سے پہلے
کبھی اسلام کے مقابلہ میں نہیں آئی تھی۔

ادھر مدینہ خالی ہو گیا تھا، اس کی شہرت ہو گئی کہ مدینہ میں
لڑنے والے تھوڑے ہیں، حضرت ابوبکرؓ نے مدینہ کی حفاظت
کے لئے حضرت علی، طلحہ، زبیر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم کو
مقرر کیا اور اہل مدینہ کو مسجد نبوی میں حاضر رہنے کا پابند کر د
اس لئے کہ یہ معلوم نہ تھا کہ دشمن کس وقت حملہ کردیں گے، تین ہی
دن گزرنے پائے تھے کہ رات کو یکایک حملہ ہو گیا محافظ دستے

حملہ آوروں کو روکا اور ابو بکر کو اطلاع کی حضرت ابو بکرؓ نے
اہل مسجد کو اطلاع دی اور دشمن کو پیچھے ڈھکیلتے ہوئے ذی حسی
تک پہونچا دیا وہاں انھوں نے مشکیزوں میں ہوا بھر کر رسیوں
سے باندھ رکھا تھا ان کو انھوں نے زمین پر اس طرح گھسیٹا کہ
مسلمانوں کے اونٹ اس طرح بدکے کہ مدینہ پہونچ کر دم لیا۔
مرتدین کو مسلمانوں کی کمزوری کا احساس ہوا اور انھوں نے
اپنے بڑے مرکز ذی القصہ میں اس کی اطلاع کی اور وہاں
سے نئے حملہ آور آ گئے۔ حضرت ابو بکر رات بھر جنگ کی تیاری
کرتے رہے اور صبح ہی اچانک کھلے میدان میں دشمن کے سر پہ
پہونچ گئے اور ان کو تلواروں پر رکھ لیا، سورج نکلتے نکلتے دشمن
کے قدم اکھڑ گئے حضرت ابو بکرؓ نے ذی القصہ تک ان کا تعاقب
کیا، اس فتح سے ارتداد کی طاقت پر اچھی ضرب پڑی، لیکن قبیلۂ
عبس و ذبیان نے اپنے اپنے قبیلوں کے مسلمانوں کو چن چن کر
قتل کر دیا حضرت ابو بکرؓ نے قسم کھالی کہ وہ مسلمانوں کا پورا
بدلہ لیں گے اور جتنے مسلمان شہید ہوئے ہیں اُن سے زائد مشرکین
کو قتل کریں گے۔ اس عرصہ میں مدینہ طیبہ میں زکوۃ کے جانور پہونچے
ادھر حضرت اسامہ کا لشکر چالیس دن کی غیر حاضری کے بعد واپس

ہوا، حضرت ابوبکرؓ نے ان کو مدینہ میں اپنا جانشین بنایا اور
ان کے لشکر کو آرام کرنے کا حکم دیا اور اپنے ساتھیوں کو لے کر
باہر نکلے، مسلمانوں نے ان کو اللہ کا واسطہ دیا کہ وہ مدینہ ہی
میں رہیں انھوں نے فرمایا کہ میں مسلمانوں کے ساتھ پوری مساوات
کا سلوک کروں گا اب یہ آرام کریں گے اور میں جاؤں گا چنانچہ
مدینہ سے نکل کر دور تک دشمن کو ہزیمت دینے چلے گئے اور
مسلمانوں کا رعب قائم ہو گیا۔

حضرت ابوبکرؓ کے یقین اور جوش نے مسلمانوں میں جو جذبہ
جہاد اور سرفروشی کی روح پیدا کر دی تھی اس کا اندازہ کرنے کیلئے
بیسیوں معرکوں میں سے صرف یمامہ کی جنگ کے حالات کافی ہیں
حقیقت یہ ہے کہ اس جذبہ اور روح کے بغیر ارتداد کا فتنۂ عالم
آشوب اور قبائل عرب کی نسلی عصبیت اور بدوی شجاعت
کا مقابلہ (جس نے کچھ ہی عرصہ بعد ایران و شام کی فوجوں کے
چھکے چھڑا دیے) ممکن ہی نہ تھا غور سے دیکھا جائے گا تو معلوم
ہو گا کہ اس قالب میں ابوبکر کا یقین اور ان کا جذبہ کارفرما تھا۔

یمامہ نجد میں واقع ہے یہ قبیلہ بنی حنیفہ کا مرکز تھا بنی حنیفہ
جو ربیعہ کی ایک شاخ ہے اور قریش میں جو مُضر کی ایک شاخ ہے

جاہلیت میں سخت ترین عداوت اور موروثی دشمنی اور عصبیت
تھی اسی قبیلہ میں مسیلمہ نے نبوت کا دعوے کیا اور کچھ لوگوں
کو اپنی شعبدہ بازیوں سے اور زیادہ تر خاندانی عصبیت و
حمیت کی بنیاد پر اور قریش کی دینی مرکزیت اور سیاسی طاقت
کو توڑنے کے لئے اپنا ہمنوا بنا لیا، حضرت ابو بکرؓ نے حضرت
خالدؓ کو مسیلمہ کی سرکوبی کے لئے مقرر کیا اور مہاجرینؓ انصار
اور اکابر صحابہ کی ایک بڑی جمعیت کو ان کے ساتھ کیا،
بنو حنیفہ نے یمامہ کو اپنی چھاؤنی بنایا تھا ان کے لشکر میں
چالیس ہزار لڑنے والے تھے جنگ سے پہلے بنو حنیفہ کے
مقررین نے نہایت پر جوش تقریریں کی اور سارے قبیلہ کو مرنے
مارنے پر آمادہ کر دیا مہاجرین کا جھنڈا سالم مولی ابی حذیفہ کے
پاس تھا اور انصار کا جھنڈا ثابت بن قیس کے پاس لوگوں
نے سالم سے کہا کہ ہمیں تمہاری طرف سے خطرہ ہے انھوں نے
فرمایا پھر میں حافظ قرآن کیسا، تف ہے مجھ پر، دوسرے قبیلے
اپنے اپنے جھنڈوں کے نیچے تھے، لڑائی شروع ہوئی اور
اتنی سخت ہوئی کہ مورخ ابن اثیر کہتا ہے کہ اس سے پہلے
مسلمانوں کو اس سے سخت جنگ کبھی پیش نہیں آئی تھی یہاں تک

کہ مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے، مسلمانوں نے ایک دوسرے کو للکارا کہ کہاں جاتے ہو انصار کے علم بردار ثابت نے کہا مسلمانو! پیچھے ہٹنے کا تم نے بُرا دروازہ کھولا ہے اے اللہ میں بنو حنیفہ (مرتدین) کے عمل سے بیزار ہوں اور مسلمانوں کے عمل سے معذرت خواہ ہوں، یہ کہہ کر آگے بڑھے اور شہید ہو گئے حضرت زید بن الخطاب نے جو حضرت عمر کے بھائی تھے مسلمانوں کو آواز دی کہ نگاہیں نیچی کر لو، دانتوں کو دبا لو اور دشمن کے قلب میں گھس جاؤ اور مارتے ہوئے بڑھے چلو۔ حضرت ابو حذیفہ نے کہا کہ اے قرآن والو آج اپنے عمل سے قرآن کو آراستہ کر دو، حضرت خالدؓ نے زور کا حملہ کیا اور دشمن کو بہت پیچھے ڈھکیل دیا، اب گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی بنو حنیفہ اپنے ایک ایک قبیلہ کا نام لے کر جوش پیدا کر رہے تھے اور گھٹنے ٹیک کر لڑ رہے تھے لڑائی کا یہ طور تھا کہ کبھی مسلمانوں کا پلہ بھاری معلوم ہوتا تھا کبھی مرتدین کا اسی عرصہ میں سالم موالی ابی حذیفہ اور زید بن الخطاب کام آگئے حضرت خالدؓ نے لڑائی کا یہ رنگ دیکھا تو کہا کہ لوگو ذرا الگ الگ ہو جاؤ تا کہ ہم کو ہر قبیلہ کی شجاعت اور سرفروشی کا اندازہ ہو اور اس کا پتہ چلے کہ ہمارا کون سا بازو کمزور ہے جس سے ہم کو

نقصان پہونچ رہا ہے، چنانچہ قبیلے قبیلے جدا ہو گئے اور لوگوں
نے کہا کہ اب فرار سے شرم آنی چاہیئے اس کے بعد سخت خونریز
معرکہ ہوا اور میدان لاشوں سے پٹ گیا، زیادہ تر مہاجرین و
انصار اس معرکہ میں کام آئے، مسیلمہ ایک جگہ جما کھڑا تھا اور اس کے
گرد لڑائی کی چکی چل رہی تھی، حضرت خالدؓ نے بھانپ لیا کہ
جب تک مسیلمہ نہ مارا جائے گا بنو حنیفہ کے حوصلے پست نہیں
ہوں گے، حضرت خالدؓ سامنے آگئے اور یا محمداہ (جو
اس وقت مسلمانوں کا میدان جنگ کا شعار تھا) کہہ کر اپنے مقابلہ
کے لئے للکارا اور جو سامنے آیا اس کو خاک و خوں میں سلا دیا جب
کئی پہلوان مارے گئے، تو حضرت خالدؓ نے مسیلمہ کو آواز دی
کہ مقابلہ پر آؤ اس نے منظور نہیں کیا، حضرت خالدؓ نے زور کا
حملہ کیا، مسیلمہ کے قدم اکھڑ گئے اور جو لوگ اس کے گرد و پیش
تھے وہ اپنی جگہ پر برقرار نہ رہے حضرت خالدؓ نے مسلمانوں
کو للکارا اور مسلمان ہر طرف سے ٹوٹ پڑے اور بنو حنیفہ پسپا
ہو گئے، اور انھوں نے مسیلمہ کو آواز دے کر کہا کہ جس کا تم
ہم سے وعدہ کرتے تھے وہ کہاں ہے، مسیلمہ نے کہا کہ اب
اس وقت اپنے خاندان اور قبیلہ کی طرف سے لڑو اس عرصہ

میں بنو حنیفہ کے سردار محکم نے اپنی قوم کو آواز دی کہ باغ میں
آجاؤ، بنو حنیفہ ہر طرف سے سمٹ کر باغ میں آگئے اور دروازہ بند
کر لیا، براء بن مالک نے کہا کہ مسلمانو! مجھے اٹھا کر باغ میں پھینک دو
لوگوں نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا انھوں نے خدا کی قسم دی کہ مجھے
باغ کے اندر ڈال ہی دو چنانچہ لوگوں نے اُن کو اُٹھا لیا اور
وہ کسی طرح دیوار پر چڑھ گئے اور باغ میں کود گئے اور دروازہ
پر سخت حملہ کر کے دروازہ کھول دیا باغ میں پہونچ کر ایسی گھمسان
کی لڑائی ہوئی کہ باید و شاید، فریقین کے کشتوں کے پشتے لگ
گئے خاص طور پر بنو حنیفہ کا سخت جانی نقصان ہوا، انصار کے
علم بردار ثابت بن قیس بھی شہید ہوئے، اُن کا پاؤں ایک شخص
کی تلوار سے کٹ گیا تھا انھوں نے وہی پاؤں اس زور سے اُس
شخص کے مُنھ پر مارا کہ وہ مر گیا، وحشی جو حضرت حمزہ کے قاتل
تھے اور اپنے اس گناہ کے کفارہ کی فکر میں رہا کرتے تھے ہمیشہ
کی تاک میں تھے انھوں نے اپنا بھالا پھینک کر مارا جو ٹھیک
نشانہ پر لگا، ایک انصاری نے بڑھ کر مسیلمہ کی گردن اڑا دی
مسیلمہ کا قتل ہونا تھا کہ بنو حنیفہ کے قدم اُکھڑ گئے مسلمانوں نے
ان کو تلواروں پر رکھ لیا اور ان کے اکثر آدمی مار

سلمانوں میں سے صرف مہاجرین میں سے تین سو ساٹھ آدمی کام
ٓرے سیکڑوں حافظ قرآن تھے جنہوں نے اس میدان شہادت
سا اپنے علم و عمل کا حق ادا کیا۔

بنی حنیفہ کے ایک سردار مجاعہ نے غلط بیانی اور فریب دہی سے
حضرت خالدؓ سے ایسی صلح کر لی جس میں قبیلہ کی جان محفوظ ہو گئی
بعد میں دربار خلافت سے حکم آیا کہ بنو حنیفہ میں سے کوئی بالغ مرد
چھوڑا نہ جائے مگر حضرت خالدؓ نے صلح نامہ کی پوری پابندی کی
اور اطلاع دے دی کہ صلح ہو گئی تھی اس لئے اس کے خلاف
نہیں ہو سکتا۔

حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے عبد اللہ سے کہا کہ تم اپنے چچا
پر قربان نہ ہو گئے، زید شہید ہو گئے اور تم زندہ موجود ہو میں
تمہارا منھ دیکھنا نہیں چاہتا، عبد اللہ نے کہا کہ اس میں میرا کیا
قصور ہے ہم دونوں نے شہادت کی تمنا کی تھی ان کی تمنا
پوری ہو گئی میری تمنا پوری نہیں ہوئی۔

مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، طلیحہ مدعیان نبوت کے یکے بعد
دیگرے قتل و شکست اور مرتد قبائل کی ہزیمت اور قتل و
غارت سے سارا عرب مرتدین سے صاف ہو گیا، حضرت ابو بکرؓ

اور ان کے اُمراء جیوش نے عرب کا گوشہ گوشہ اور قبیلہ قبیلہ مرتدین سے پاک کر دیا اور مرتدین سے صاف طور پر کہلوا دیا، کہ ہم کفر پر تھے، ہمارے مقتول ناری اور تمھارے مقتول شہید ہیں جو کچھ میدان جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھ آیا وہ مال غنیمت ہے اور ان کے ہاتھ سے جو مسلمان شہید ہوئے ان کی دیت (خون بہا) دی جائے گی، اور جو مرتدین کے ہاتھ آیا ہے وہ مسلمانوں کو واپس کیا جائے گا اور جو اب بھی ارتداد پر باقی رہنا چاہتے ہیں وہ عرب کی سرزمین چھوڑ دیں اور جہاں سینگ سمائے چلے جائیں۔

اس فتنۂ ارتداد کا خاتمہ حضرت ابو بکر کا وہ کارنامہ ہے جس کی نظیر سے امتوں کی تاریخ خالی ہے۔ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کا حق ادا کر دیا، آج دنیا میں اگر اسلام محفوظ ہے اور اس کی شریعت بے کم و کاست موجود ہے تو یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (ارواحنا فداہ) کے بعد حضرت ابو بکرؓ ہی کی استقامت، عزیمت اور جد و جہد کا نتیجہ ہے، آج روئے زمین پر جہاں کہیں اسلام کا کوئی رُکن ادا ہو رہا ہے، کوئی اسلامی شعار بلند ہے، اور کہیں دین پر عمل ہو رہا ہے اس میں حضرت ابو بکرؓ کا حصہ ہے، آج نماز کو

ہر رکعت، زکوٰۃ کے ہر پیسہ، روزہ کی ہر گھڑی اور حج کے ہر رکن
کے ثواب میں حضرت ابوبکرؓ کا حصہ ہے اس لئے کہ اگر زکوٰۃ
کے بارہ میں ڈھیل دی جاتی اور فتنۂ ارتداد کے ساتھ رواداری
برتی جاتی تو نہ نماز رہتی نہ روزہ، نہ حج، اور جب تک یہ دین
دنیا میں باقی ہے (اور وہ قیامت تک باقی ہے) حضرت ابوبکرؓ
کو اس امت کے اعمال کا اجر ملتا رہے گا، رضی اللہ عن
ابی بکر وارضاہ،

اور یہ عزیمت و استقامت حضرت ابوبکرؓ کے اس یقین کا
نتیجہ تھا جو ان کو رسالت محمدی اور مرکز ایمان و یقین سے ملا
تھا اور جس کی بنا پر وہ سارے عالم کا مقابلہ کر سکتے تھے آپ کی وفات
انہوں نے دین کی گرتی ہوئی عمارت کو تھام لیا اور اس کی
ڈوبتی ہوئی کشتی کو اپنی ہمت اور قوت ایمانی سے پار لگا دیا۔ حضرت
عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے بعد ہم پر ایک ایسا وقت آیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ ہم پر حضرت
ابوبکرؓ کو کھڑا نہ کر دیتا تو ہماری ہلاکت میں کوئی کسر باقی
نہ رہ گئی تھی، ہم نے اس پر اتفاق کر لیا تھا کہ اونٹ کے
بچے (زکوٰۃ کے) بارہ میں ہم جنگ نہ کریں گے

اور مدینہ میں رہ کر اللہ کی عبادت جو کچھ بن پڑے کی کرتے رہیں گے یہاں تک کہ ہمارا وقت آجائے، لیکن ابو بکر اڑ گئے اور مرتدین کی ذلت و خواری اور اُن کے فتنہ کے سد باب سے کم کسی چیز پر رضا مند نہیں ہوئے۔

لیکن اس یقین کے سلسلہ میں یاد رہے کہ جو یقین کسی ضد یا نفسانیت کی بنا پر ہوتا ہے یا کسی انسانی طاقت یا بیرونی امداد کے بھروسہ پر ہوتا ہے اور اس کا سرچشمہ ایمان عمل صالح اعتماد علی اللہ نہ ہو، بلکہ مادی اسباب، سیاسی تدبیر اور جوڑ توڑ ہو اس کا انجام بعض اوقات بہت خراب ہوتا ہے، واقعات بتلاتے ہیں کہ ایسا یقین دنیا میں بڑی بڑی تباہیاں لایا ہے اور پوری پوری قومیں ایک جھوٹے یقین اور ایک شخص کی ضد اور نامعقول اڑ پر قربان ہو گئی ہیں اس یقین کے لئے جس کے ساتھ اللہ کی مدد ہوتی ہے ضروری ہے کہ

(۱) وہ خالص اللہ کے اعتماد پر ہو مخلوق کے کسی وعدہ یا کسی امید پر نہ ہو۔

(۲) مشورہ و تدبیر میں کمی نہ کی جائے پھر بصیرت ایمانی جو کچھ فیصلہ کرے اس پر مضبوطی سے قائم ہو جایا جائے۔

(۴) صاحب یقین ایمان و اخلاص کی دولت سے مالا مال ورعمل صالح سے متصف ہو اور اللہ تعالیٰ سے بندگی کا خصوصی تعلق رکھتا ہو۔

(۵) اس کی بنیاد حق اور صداقت ہو اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا مقدمہ جعلی اور کمزور نہ ہو۔

ان صفات کے بعد وہ پیش آئے گا جس کا وعدہ اس آیت میں کیا گیا ہے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملٰئکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون ○ نحن اولیائکم فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ الآیۃ۔

آج عالم اسلام پر جو مصائب آرہے ہیں، اور دین کا ایوان جس طرح تزلزل میں ہے، مسلمانوں کے حوصلے جس طرح پست اور ان کی طبیعتیں جس طرح افسردہ ہوتی جارہی ہیں، اور وہ اسلام کے مستقبل سے گویا ناامید ہوتے جارہے ہیں، یاس و ناامیدی کے الفاظ جس طرح زبانوں اور قلم پر آنے لگے ہیں، اس میں اسی یقین کی ضرورت ہے جو گرتے ہوئے دلوں کو تھام لے، بجھتی ہوئی طبیعتوں کو

گرما دے اور سوتی ہوئی ہمتوں کو جگا دے، خیال فرمائیے
فتنۂ ارتداد کی اس صورت حال اور موجودہ صورت حال
میں کتنا بڑا فرق ہے، مسلمانوں کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کی وفات نے نیم جاں اور بے حال کر دیا تھا، ہر شخص یتیمی کی
کیفیت محسوس کر رہا تھا، وہ عزیز ترین ہستی جو زخموں کا
مرہم اور دلوں کی ڈھارس تھی اور جس کو اپنے میں پاکر تمام
مصیبت فراموش اور ہر غم غلط ہو جاتا تھا اور جس کے
چہرے کو دیکھ کر نازک دل عورت جس کو باپ بھائی بیٹے
شوہر کی شہادت کا تازہ تازہ داغ لگا تھا پکار اٹھتی تھی
کل مصیبۃ بعدک جلل یا رسول اللہ آپ کے ہوتے ہوئے
ہر مصیبت ہیچ ہے یا رسول اللہ، وہ ان کے درمیان سے
اٹھ جاتی ہے اور اس کے اٹھتے ہی ہر طرف سے نرغہ ہوتا ہے
اسلام کی وہ پونجی اور راس المال جو اس کا اصل سرمایہ
تھا یعنی عرب اور قبائل عرب وہ ان کے ہاتھوں سے نکل
جاتا ہے اسلام جو عرب کے گوشہ گوشہ میں پھیل گیا تھا
سمٹ کر صرف مدینہ، مکہ اور طائف میں محصور ہو جاتا ہے
دشمنوں کی مرکز اسلام (مدینہ) پر بھی نگاہیں ہیں، اور

صبح شام حملہ کا خطرہ ہے، دائیں بائیں کی ایرانی اور رومی
شہنشاہیاں بھی تاک میں ہیں ان سے چھیڑ چھاڑ شروع ہو چکی
ہے، قرآن مجید سینوں میں ہے۔ اس کی تعلیم کی ابھی عالمگیر
اشاعت بھی نہیں ہوئی، اسلام کی ساری متاع ایک سفینہ پر
ہے اور وہ سفینہ تلاطم میں ہے، لیکن اللہ تبارک و تعالے کی
ہزار ہزار رحمتیں ابو بکر کی روح پاک پر اور اُن کے وفادار اور
سرفروش رفیقوں پر کہ نہ ان پر نا امیدی کا غلبہ ہوا نہ اُن کے
حوصلے پست ہوئے نہ ہمت شکست، انھوں نے ایک طرف
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آخری خواہشات اور منشاء کی
تکمیل کی دوسری طرف دوسری طرف سارے جزیرہ نما سے
عرب کی پھیلی ہوئی ارتداد کی آگ کو بجھایا پھر ایسے وقت میں
دنیا کی دو عظیم ترین سلطنتوں پر حملہ کر دیا، وہ اسلامی فوجیں جو
مرتدین سے جہاد کر کے بیٹھنے نہ پائی تھیں، عراق و شام کی
ان سلطنتوں کے سر پر پہونچ گئیں جن کے وسائل و ذخائر غیر
محدود اور جن کی مملکت ان کے خیال سے زیادہ وسیع تھی اور
پھر جب تک عراق سے لے کر ہندوستان تک اور عرب کی
شمالی سرحد سے آبنائے طارق اور آبنائے باسفورس تک

سارا میدان کانٹوں سے صاف نہیں کر دیا چین سے نہیں
پیچھے، یہاں تک کہ ایشیا میں چین چھوڑ کر تمام متمدن ممالک، افریقہ
کا سارا آباد اور متمدن علاقہ اور یورپ کا ایک حصہ اسلام کے

زیر نگیں ہو گیا۔
لیکن سلہ کے مقابلہ میں ۱۳۶۸ھ میں دنیا کا نقشہ کچھ اور
ہے اس وقت مسلمان صرف مدینہ، مکہ اور طائف میں رہ گئے تھے
لیکن آج دنیا کا کوئی حصہ نہیں ہے جہاں اسلام کے نام لیوا موجود
نہ ہوں، اس وقت مسلمانوں کی تعداد ہزاروں سے زیادہ نہ تھی
لیکن آج وہ پچاس کروڑ سے بھی متجاوز ہیں اس وقت تین شہروں
کو چھوڑ کر اور کہیں مسلمانوں کو حاکمانہ اقتدار حاصل نہ تھا لیکن
آج ان کی بیسوں حکومتیں موجود ہیں اور لاکھوں مربع میل زمین
ان کے زیر اقتدار ہے اس وقت مشکل سے ایسے مسلمان موجود تھے
جنھیں اطمینان کے ساتھ دونوں وقت کھانا میسر تھا لیکن آج
شاید ہی کوئی ایسا ہو جو بھوکوں مر رہا ہو اس وقت ہزاروں کی دولت
رکھنے والے مسلمان بھی انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے، لیکن آج
کروڑوں کی مالیت رکھنے والوں کی تعداد بھی ہزاروں سے
متجاوز ہے آج نہ یاس کا موقع ہے نہ ہراس کا۔ ضرورت صرف

اس کی ہے کہ ہم اللہ کے بندے بن جائیں، اپنے آپ کو ایمان یقین اور عمل صالح سے آراستہ کریں اگر ہم نے ایسا کر لیا تو تمام خطرات اور شبہات یقین کی حرارت اور عمل کی قوت کے سامنے اس طرح ناپید ہو جائیں گے جس طرح صبح کا کہر اور رات کی شبنم، سورج کی گرمی کے سامنے ناپید ہو جاتی ہے۔